شرح مثنوی مولانائے رومؒ

گذشتہ سے پیوستہ

خلوت طلبیدن آں ولی از بادشاہ باآں کنیزک جہتِ دریافتنِ مرضِ آں کنیزک

(۱) چوں حکیم ازایں حدیث آگاہ شد — وز درونِ همداستانِ شاہ شد
(۲) گفت اے شہ خلوتی کن خانہ را — دور کن ہم خویش و ہم بیگانہ را
(۳) کس ندارد گوش در دہلیز ہا — تا بپرسم از کنیزک چیز ہا

جب وہ حکیم کامل کنیز کے قصہ سے آگاہ ہوگیا۔ اور اپنی باطنی طاقت سے بادشاہ کے احوال پر بھی مطلع ہوگیا۔ تو اُس نے بادشاہ سے کہا کہ اس مکان کو بالکل خالی کردو۔ نہ اپنا رہے نہ بیگانہ — اور کوئی شخص دہلیز میں بھی کان نہ لگانے پائے تاکہ میں اس کنیز سے کچھ ضروری باتیں دریافت کروں۔

(۴) خانہ خالی کرد شاہ و شد بروں — تا بخواند بر کنیزک او فسوں
(۵) خانہ خالی ماند و یک دیّار نے — جز طبیب و جز ہماں بیمار نے

بادشاہ نے اس مکان کو بالکل خالی کر دیا، بلکہ وہ خود بھی وہاں سے باہر چلا گیا۔ تاکہ وہ اس کنیز پر افسوں پڑھ سکے یعنی کچھ شفقت آمیز باتیں کرکے اُس کے دل کا راز معلوم کرسکے، قصہ مختصر گھر بالکل خالی ہوگیا۔ اس میں ایک رہنے والا (دیّار) بھی نہ رہا۔ بس وہ طبیب اور وہ کنیز اس گھر میں رہ گئے۔

(۶) نرم نرمک گفت شہرِ تو کجا ست — کہ علاج و رنج ہر شہرے جدا ست
(۷) وندراں شہر از قرابت کیستت — خویشی و پیوستگی با چیستت
(۸) دست بر نبضش نہاد و یک بیک — باز می پرسید از جورِ فلک

اُس نے آہستہ آہستہ دریافت کرنا شروع کیا کہ تو کس شہر کی رہنے والی ہے! کیونکہ ہر شہر کا مرض اور علاج جُداگانہ ہوتا ہے۔ اور اس شہر میں تیری رشتہ داری کس کس سے ہے! قرابت اور تعلقات کن کن لوگوں سے ہیں؟ ہاتھ اس کی نبض پر رکھا ہوا تھا اور زبان سے اس کی ایک ایک مصیبت (جورِ فلک) کا حال پوچھ رہا تھا۔

(۹) چوں کسے را خار در پایش خلد — پائے خود را بر سرِ زانو نہد
(۱۰) وز سرِ سوزن ہمی جوید سرش — ور نیابد می کند از لب ترش
(۱۱) خار در پا شد چنیں دشوار یاب — خار در دل چوں شود وا دہ جواب

اب ایک مثال کے ذریعہ سے سمجھاتے ہیں۔ کہ اگر کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے۔ تو وہ اپنے پاؤں کو اٹھا کر اپنے دوسرے زانو پر رکھتا ہے اور سوئی سے کر اُس کا سرا تلاش کرتا ہے۔ اور اگر نہیں پاتا تو لب لگا کر اس جگہ کو تر کرتا ہے، پس جب ظاہری کانٹے کو نکالنا اس قدر دشوار ہے، تو باطنی کانٹے (دل کے کانٹے) کو نکالنا کس قدر دشوار ہوگا، خود سوچ لو،

(۱۲) خارِ دل را گر بدیدے ہر خسے　　دست کے بودے غماں را بر کسے؟

خس بمعنی ناقص، خارِ دل کنایہ ہے امراضِ نفسانی یا قلبی پریشانیوں سے، غماں جمع ہے غم کی، بر کسے دست بودن، کنایہ ہے غلبہ و اقتدار سے، مطلب یہ ہے کہ اگر ہر ناقص آدمی دوسرے کے دل کی مخفی پریشانی یا امراضِ نفسانی کو بآسانی سمجھ لیا کرتا۔ تو پھر دنیا میں کوئی بھی غمگین نہ ہوتا۔ کسی پر غموں کا تسلط نہ ہوتا۔

(۱۳) کس بزیرِ دُمِ خر خارے نہد!　　خر نداند دفعِ آں، برمی جہد
(۱۴) بر جہد و آں خار محکم تر زند　　عاقلے باید کہ خارے بر کند
(۱۵) خر ز بہرِ دفعِ خار از سوز و درد،　　جفتہ می انداخت صد جا زخم کرد
(۱۶) آں لگد کے دفعِ خار او کند　　حاذقے باید کہ بر مرکز تند

اگر کوئی شخص گدھے کی دُم کے نیچے ایک کانٹا چبھو دے تو گدھا چونکہ خود کانٹا نہیں نکال سکتا۔ بلکہ اس کے نکالنے کا طریقہ نہیں جانتا۔ اس لئے وہ اُچھلنے اور کودنے لگے گا۔ اور جس قدر اُچھل کود کرے گا۔ اُسی قدر وہ کانٹا اُس کے جسم میں گڑتا جائے گا۔ اس وقت کسی عاقل کی ضرورت ہے، جو اُس کانٹے کو نکال دے، گدھا درد محسوس کرے گا۔ اور دفعِ خار کے لئے دولتیاں پھینکنے لگے گا۔ اور جگہ جگہ زخم لگائے گا، لیکن لاتیں چلانے سے وہ کانٹا کب نکال سکتا ہے؟ کسی ماہر کی ضرورت ہے جو خاص موقعِ خار پر متوجہ ہو، جفتہ بمعنی لات،

(۱۷) آں حکیم خار چیں اُستاد بود،　　دست می زد جا بجا می آزمود
(۱۸) زاں کنیزک بر طریقِ داستاں　　باز می پُرسید حالِ پاستاں
(۱۹) با حکیم او رازہا می گفت فاش،　　از مقام خواجگان و شہر تاش

وہ حکیم دل کا کانٹا نکالنے میں ماہر تھا۔ اس لئے نبض کے مختلف مقامات پر ہاتھ رکھتا جاتا تھا اور مرض کی جانچ کرتا جاتا تھا۔ اور اس کنیز سے نکو کاروں کے طریقے کے موافق گذشتہ حالات دریافت کرتا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ کنیز اپنے راز صاف صاف بیان کر رہی تھی، اپنے وطن کا حال، اپنے مالکوں کا حال اور ہم وطنوں کا حال، پاستاں بمعنی گذشتہ، خواجہ بمعنی آقا یا مالک، شہر تاش بمعنی ہم وطن،

(۲۰) سوے قصہ گفتنش می داشت گوش　　سوے نبض و جستنش می داشت ہوش
(۲۱) تا کہ نبض از نامِ کہ گردد جہاں　　او بود مقصود جانش در جہاں

وہ حکیم کان تو اس کی باتوں کی طرف لگائے ہوئے تھا۔ اور متوجہ نبض کی حرکت کی طرف تھا۔ تاکہ یہ معلوم کر سکے، کہ کس شخص کے نام سے اس کی نبض کی حرکت تیز ہوتی ہے، بس وہی اس کا محبوب ہوگا۔ جس کے فراق میں وہ گھل رہی تھی،

(۲۲) دوستانِ شہرِ خود را بہ شمرد — بعد ازاں شہرِ دگر را نام بُرد

(۲۳) گفت چوں بیروں شدی از شہرِ خویش — در کدامیں شہر بودستی تو بیش

(۲۴) نامِ شہرے بُرد وزاں ہم در گذشت — رنگِ روے و نبضِ او دیگر نہ گشت

(۲۵) خواجگان و شہرہا را یک بیک — باز گفت از جاے و از نان و نمک

(۲۶) شہر شہر و خانہ خانہ قصّہ کرد — نے رگش جنبید و نے رخ گشت زرد

اس نے اپنے شہر کے دوستوں کے نام گنوائے، اُس کے بعد دوسرے شہر کا نام لیا۔ حکیم نے اس سے پوچھا کہ جب تو اپنے وطن سے جدا ہوئی تو کس شہر میں زیادہ قیام کیا۔ اُس نے ایک شہر کا نام لیا۔ اس کے بعد دوسرے شہر کا ذکر کیا۔ لیکن چہرے کے رنگ اور نبض میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ غرض اُس نے ایک ایک کرکے سب مالکوں اور سب شہروں اور کھانے پینے کا حال بیان کر دیا۔ مگر نہ نبض میں کوئی تغیر ہوا اور نہ اُس کے چہرے پر زردی چھائی

(۲۷) نبضِ او بر حالِ خود بُد بے گزند — تا بپرسید از سمرقندِ چو قند

(۲۸) نبض جَست و روے سرخش زرد شد — کز سمرقندی زرگر فرد شد

(۲۹) آہِ سردے برکشید آں ماہروے — آب از چشمش رواں شُد ہمچو جوے

(۳۰) گفت بازرگانم آنجا آورید — خواجۂ زرگر دراں شہرم خرید

(۳۱) دریہ خود داشت سہ ماہ و فروخت — چوں بگفت ایں ز آتشِ غم بر فروخت

سمرقند کو قند سے اس لئے تشبیہہ دی کہ اس کا محبوب سمرقند میں رہتا تھا۔ فرد شد بمعنی جدا شد، بازرگان بمعنی سوداگر

ان تمام شہروں کا حال بیان کرتے وقت اس کی نبض اپنے معمول پر رہی یہاں تک کہ حکیم نے اس سے سمرقند کا حال پوچھا جو اس کنیز کے لئے قند کی طرح شیریں (مرغوب) تھا۔ سمرقند کا نام لیتے ہی اس کی نبض تیز ہوگئی اور اس کا رنگ زرد ہوگیا۔ کیونکہ وہ سمرقندی زرگر سے جدا ہوگئی تھی، اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ اُس نے کہا کہ ایک سوداگر مجھے اس شہر میں لایا تھا۔ اور وہاں کے ایک زرگر نے مجھے خرید لیا تھا۔ اُس نے تین مہینے تک مجھے اپنے پاس رکھا پھر بیچ دیا۔ یہ کہہ کر آتشِ غم سے برافروختہ ہوگئی۔

(۳۲) چوں ز رنجور آں حکیم ایں راز یافت — اصلِ آں درد و بلا را باز یافت

(۳۳) گفت کوے او کدام است و گذر — او سرِ پل گفت و کوے غاتفر

گذر بمعنی گذرگاہ یا سڑک، غاتفر نام ہے سمرقند کے ایک محلہ کا۔

جب حکیم نے مریضہ سے وہ راز دریافت کر لیا، تو مرض کا اصل سبب معلوم ہوگیا۔ پھر اُس نے کنیز سے پوچھا کہ وہ زرگر کس کوچہ یا محلہ میں رہتا ہے۔ اور اس کا گھر کس سڑک پر واقع ہے اُس نے سرِ پل گذرگاہ بتائی اور غاتفر کوچہ بتایا۔

(۳۴) گفت آنگہ آں حکیمِ با صواب — آں کنیزک را کہ رستی از عذاب

(۳۵) چونکہ دانستم کہ رنجت چیست زود — در علاجت سحرہا خواہم نمود

(۳۵) شاد باش و فارغ و ایمن کہ من   آں کنم با تو کہ باراں با چمن
(۳۶) من غمِ تو می خورم تو غم مخور   بر تو من مشفق ترم از صد پدر

اس حکیم نے اس کنیز سے کہا کہ خوش ہو جا! تو عذاب سے چھوٹ گئی! اب چونکہ مجھ کو تیرا مرض معلوم ہو گیا۔ اس لئے میں تیرے علاج میں غیر معمولی کوشش اور توجہ کرکے تجھے بہت جلد تندرست کردونگا (تجھے ایسا معلوم ہو گا کہ تو جادو کے زور سے اچھی ہو گئی) غرض تو بالکل بے فکر رہ، میں تیرے حق میں وہی کروں گا جو بارش چمن کے ساتھ کرتی ہے اور میں آج سے تیرا غمگسار ہوں، اس لئے اب تجھے غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں تجھ پر صد ہا باپوں سے بڑھکر شفقت کرونگا۔

(۳۷) ہاں وہاں ایں راز را باکس مگو   گرچہ از تو شہ کند بس جستجو
(۳۸) تا توانی پیش کس مکشائے راز   بر کسے ایں در مکن زنہار باز
(۳۹) چونکہ اسرارت نہاں در دل بود   آں مرادت زود تر حاصل شود
(۴۰) گفت پیغمبر کہ ہر کہ سر نہفت   زود گردد بامراد خویش جفت

خبردار! خبردار! اس راز کو کسی سے نہ کہنا، خواہ بادشاہ ہی کیوں نہ دریافت کرے، اب مولانا ناظرین کو نصیحت کرتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے کسی سے اپنا راز مت کہو اور اپنے دل کی بات کسی پر ظاہر مت کرو، اگر تیرا بھید تیرے دل میں پوشیدہ رہے گا۔ تو تیری مراد بھی جلد حاصل ہوگی، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنا بھید چھپایا وہ بہت جلد اپنی مراد کو پہونچ جائے گا۔ اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے: اِسْتَعِيْنُوْا عَلٰى قَضَاءِ الْحَوَائِجِ بِالْكِتْمَانِ فَاِنَّ كُلَّ ذِىْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ (دیکھو احیاء العلوم جلد سوم صہ ۱۲۹)

(۴۱) دانہ چوں اندر زمیں پنہاں شود   سرِ او سر سبزیٔ بستاں شود
(۴۲) زرّ و نقرہ گر نہ بودندے نہاں   پرورش کے یافتندے زیرِ کان

ان شعروں میں اپنے دعویٰ کو مثالوں سے ثابت کرتے ہیں، کہ جب دانہ زمین میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ تو اس کا یہ فعل باغ کی سرسبزی کا سبب بن جاتا ہے، اسی طرح سونا چاندی اگر زمین کے اندر پوشیدہ نہ ہوتے، تو وہ کان (معدن) کے اندر کیسے پرورش پا سکتے تھے؟

(۴۳) وعدہا و لطف ہائے آں حکیم   کرد آں رنجور را ایمن ز بیم

حکیم کے وعدوں اور اس کی مہربانیوں نے اُس مریضہ کو خوف و خطر سے محفوظ کر دیا۔

وعدہ ہا باشد حقیقی دلپذیر   وعدہ ہا باشد مجازی تاسہ گیر
وعدۂ اہل کرم گنجِ رواں   وعدۂ نا اہل شد رنجِ رواں
وعدہ ہا باید وفا کردن تمام   ور نخواہی کرد باشی سرد و خام
وعدہ کردن را وفا باشد بجاں   تا بہ بینی در قیامت فیضِ آں،

٭٭ تاسہ یعنی سانس لینے میں دشواری یا گلے کا گھٹ جانا۔ یہاں مراد ہے بیقراری، تردد، پریشانی یا اضطراب گنج رواں

میں رواں سے مُراد ہے رائج، رنج رواں سے مراد ہے جاں، مولنا فرماتے ہیں کہ سچے وعدے ہمیشہ دل کو بہاتے ہیں، اور جھوٹے (مجازی) وعدے دل میں شک اور اضطراب پیدا کرتے ہیں، اہل کرم کا وعدہ سچا اور خالص (گنج رواں) ہوتا ہے، اور نا اہلوں (جھوٹوں) کا وعدہ بلائے جاں بنجاتا ہے وعدہ کرو تو اس کو بدرجۂ کمال پورا کرو، ورنہ تمہارا شمار ناقصوں میں ہوگا۔ وعدہ کو جان و دل سے پورا کرنا چاہئے، تاکہ قیامت میں اس کا فائدہ حاصل ہو، یعنی ایفاء عہد پر اللہ کی طرف سے ثواب مرتب ہوتا ہے۔

دریافتنِ آں ولی رنج کنیزک را و عرضہ داشتن رنج و مرض کنیزک را پیش بادشاہ

(۱) آں حکیم مہرباں چوں راز یافت — صورت رنج کنیزک باز یافت
(۲) بعد ازاں برخاست عزم شاہ کرد — شاہ را زاں شمّہ آگاہ کرد،

جب اس حکیم نے حقیقتِ حال معلوم کرلی اور مرض کی صورت پورے طور سے سمجھ لی تو وہاں سے اُٹھ کر بادشاہ کے پاس آیا اور اُس کو بھی کسی حد تک اُس کنیز کے حالات باطنی سے آگاہ کر دیا۔

(۳) شاہ گفت اکنوں بگو تدبیر چیست — در چنیں غم موجب تاخیر چیست
(۴) گفت تدبیر ایں بود کاں مرد را — حاضر آریم از پے ایں درد را
(۵) مرد زرگر را بخواں زاں شہر دور — با زر و خلعت بدہ او را غرور
(۶) قاصدے بفرست کاخبارش کند — طالب ایں فضل و ایثارش کند
(۷) تا شود محبوب تو خوشدل بدو — گردد آساں ایں ہمہ مشکل بدو
(۸) چوں ببیند سیم و زر آں بے نوا — بہر زر گردد جدا از خان و ماں

بادشاہ نے حکیم سے کہا کہ اب کیا تدبیر کرنی چاہئے؟ کیونکہ ایسے رنج و غم کے دفع کرنے میں کوئی بات باعث تاخیر نہیں ہوسکتی، حکیم نے کہا اس کی تدبیر یہ ہے کہ ہم اس کے مرض کے ازالہ کے لئے اس زرگر کو بلوا بھیجیں، لہٰذا آپ اس زرگر کو یہاں بلائیے اور دولت اور خلعت دے کر اُسے راضی کیجئے۔ آپ ایک قاصد وہاں روانہ کیجئے جو اُسے مطلع کرے (کہ بادشاہ نے بُلایا ہے) اور اسے مال و دولت کا لالچ دے تاکہ وہ بے تامل یہاں آجائے اور اسے دیکھ کر آپ کی محبوبہ خوش ہوجائے (اور اُس کی ساری بیماری دور ہوجائے) اور اُس کی مشکل آسان ہوجائے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب وہ مُفلس آدمی اس قدر مال و دولت دیکھے گا۔ تو اس کے حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن اور خاندان سے علیحدہ ہوکر فوراً آجائے گا۔

(۹) زر خرد را والہ و شیدا کند — خاصہ مفلس را کہ خوش رسوا کند
(۱۰) زر اگرچہ عقل می آرد ولیک — مرد عاقل باید او را نیک نیک

دولت کا خاصہ ہے کہ انسان کی عقل کو سرگشتہ اور آشفتہ کر دیتی ہے خصوصاً مُفلس آدمی تو دولت پاکر بہت جلد آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ مال و زر سے عقل بڑھتی ہے۔ مگر اس کو صحیح طور پر استعمال کرنے کے لئے خود عقل کی ضرورت ہے، یعنی صرف عقلمند آدمی ہی اپنی دولت کا صحیح استعمال کرسکتا ہے، یہی دولت بیوقوف آدمی کو ذلیل و رسوا کر دیتی ہے۔

(۱۱) چونکہ سلطاں از حکیم آں را شنید — پند او را از دل و جاں برگزید!
(۱۲) گفت فرمان ترا فرماں کنم — ہر چہ گوئی آنچناں کن آں کنم

جب بادشاہ نے حکیم کا مشورہ سُنا تو اس کو بدل و جان قبول کر لیا اور کہا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا اور آپ کے ارشاد کے مطابق عمل درآمد کروں گا۔

فرستادن بادشاہ رسولاں را بسمرقند برائے آوردن زرگر،

(۱) پس فرستاد آں طرف یک دو رسول — حاذقان و کافیان و بس عدول
(۲) تا سمرقند آمدند آں دو امیر — پیش آں زرگر ز شاہنشہ بشیر
(۳) کاے لطیف استاد کامل معرفت — فاش اندر شہرہا از تو صفت
(۴) نک فلاں شہ از برائے زرگری — اختیارت کرد زیرا مہتری
(۵) اینک ایں خلعت بگیر و زر و سیم — چوں بیائی خاص باشی و ندیم

عدول بمعنی قابل اعتماد، نک مخفف ہے اینک کا۔ چنانچہ بادشاہ نے دو ایک قاصد سمرقند روانہ کئے، جو دانا اور قابل اور معتبر تھے۔ غرض دونوں امیر (قاصد) بادشاہ کی طرف سے خوشخبری لے کر اُس سُنار کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے استاد تو اپنے فن میں کامل ہے اور تیری مہارت فن کا دور دور شہرہ ہے اس وقت فلاں بادشاہ نے سونے کے کچھ زیورات بنوانے کے لئے تجھ کو منتخب کیا ہے کیونکہ اس کام میں تو سب کا سردار ہے فی الحال یہ خلعت اور سیم وزر قبول کر اور جب تو وہاں پہنچے گا تو بادشاہ تجھے اپنا خاص مصاحب اور ندیم بنا لے گا۔

(۶) مرد مال و خلعت بسیار دید — غرہ شد از شہر و فرزنداں برید
(۷) اندر آمد شادماں در راہ مرد — بیخبر کاں شاہ قصد جانش کرد
(۸) اسپ تازی برنشست و شاد تافت — خوں بہائے خویش را خلعت شناخت
(۹) اے شدہ اندر سفر با صد رضا — خود بپائے خویش تا سوء القضا
(۱۰) در خیالش ملک و عز و مہتری — گفت عزرائیل رو! آرے بری!

اس شخص نے جو بہت سی دولت اور خلعت دیکھی تو اُس پر فریفتہ ہو گیا۔ اور اپنے وطن اور زن و فرزند سے قطع تعلق کر کے قاصدوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اُسے مطلق خبر نہ تھی کہ بادشاہ نے اس کی جان لینے کا فیصلہ کر لیا ہے غرض وہ گھوڑے پر سوار ہو کر خوش خوش چلا اور اُس نے اپنے خون بہا کو اپنا خلعت سمجھا۔ یعنی وہ خلعت نہ تھا بلکہ اُس کی جان کا معاوضہ تھا۔ اس کے بعد مولانا اس سے خطاب فرماتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی موت کی طرف جا رہا ہے اس کے دماغ میں تو حکومت، سرداری اور عزت حاصل کرنے کا سودا تھا۔ اور عزرائیل زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا کہ چل تجھے یہ چیزیں ضرور ملیں گی (یہ بطور استہزاء ہے)

(باقی آئندہ)